ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.3, 2024

مذہبی عبادات کا تحفظ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں

The Protection of Religious Rituals in the Light of Islamic Teachings

Dr Syed Iftikhar Ahmad
Assistant professor Minhaj University Lahore, Pakistan (shah0469@gmail.com)
Ayesha Muhammad Sarwar
ayeshamuhammad780@gmail.com(M.Phil scholar Minhaj university Lahore
Farooq Ahmad
M.Phil scholar Minhaj university Lahore (farooq.ameer@gmail.com

Abstract

Islam is not only security itself but also has clear principles of security of peace. Describes an unseen summary from each class and all relationships. The history of Islam is a witness that if a ruler in an Islamic empire put the morals of Muhammad (peace be upon him) first, then in that period the non-Muslims and their places of worship were protected just like the Muslims themselves and they were given the same freedom. As for the Muslims themselves, there are bright events in every age which are not only neglected by Islamic history but also by non-Muslim historians themselves who have described them in impressively admirable terms.

Key words: principles, relationship, Muslims, Islamic, freedom

تعارف موضوع

اسلام ناصرف خود سلامتی ہے بلکہ معاشرے کی سلامتی کے بھی واضح اصول رکھتا ہے۔ قرآن مقدس کی آیت مبارکہ جس نے ایک جان کو ختم کیا اس نے ساری انسانیت کو ختم کیا، در حقیقت معاشرے کے ہر فرد، ہر مسلک، ہر مذہب، ہر طبقے اور تمام اقوام سے ایک ان دیکھے رشتے کا خلاصہ بیان کرتی ہے۔ اسلام کی تاریخ گواہ ہے کہ اگر کسی فرماں روا نے کسی اسلامی سلطنت میں اخلاق محمدی ﷺ کو مقدم رکھا تو اس دور میں غیر مسلموں اور ان کی عبادت گاہوں کا بالکل ایسے تحفظ کیا گیا جیسے خود مسلمانوں کا اور ان کو ویسی ہی آزادی دی گئی جیسی خود مسلمانوں کو، ہر دور میں ایسے روشن واقعات ہیں جن پر ناصرف اسلامی تاریخ نازاں ہے بلکہ خود غیر مسلم مؤرخوں نے ان کو متاثر کن ستائشی انداز میں بیان کیا ہے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے عہد خلافت میں سپہ سالار اعظم حضرت خالد بن ولیدؓ فتوحات کرتے ہوئے جب حیرہ (شام) پہنچے تو اہل حیرہ کے نمائندوں کے سامنے یہ بات رکھی کہ: میں تمہیں اللہ تعالیٰ اور اسلام کی طرف دعوت دیتا ہوں اگر تم یہ دعوت قبول کر لو تو تمہارے لیے وہی حقوق ہیں جو دیگر مسلمانوں کے ہیں اور تمہارے ذمہ فرائض بھی وہی ہیں جو ان کے ذمہ ہیں اور اگر تم اس بات سے انکار کرتے ہو تو پھر جزیہ دے کر اسلامی ریاست کے ماتحت آجاؤ اور اگر اس چیز سے بھی انکار ہے تو میں تمہارے پاس ایسے لوگ لایا ہوں جو موت کے اتنے حریص ہیں جتنے تم زندگی کے بھی نہیں۔([1])

[1] ابو یوسف، یعقوب بن ابراہیم، کتاب الخراج، بیروت، دار الکتب العلمیۃ، ص:۱۴۳، ۲۰۰

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.3, 2024

اس کے جواب میں والی حیرہ ایاس بن قبیصہ نے کہا:

مالنا فی حربك من حاجة وما نرید ان ندخل معك فی دینك نقیم علی دیننا ونعطیك الجزیة([1])

ہمیں تمہارے ساتھ لڑائی کی حاجت نہیں اور ہم یہ بھی نہیں چاہتے کہ تمہارے ساتھ تمہارے دین میں داخل ہو جائیں۔ ہم اپنے دین پر قائم رہیں گے اور تمہیں جزیہ دیتے رہیں گے۔

اس جواب پر حضرت خالد بن ولیدؓ نے اہل حیرہ سے جن شرائط پر مصالحت فرمائی۔ ان میں سرفہرست مذہبی آزادی کے حوالے سے یہ بات بھی تھی کہ

ان لا یهدم لهم بیعة ولا کنیسة ولا قصر من قصورهم التی کانوا یتحصنون فیها اذا نزل بهم عدو لهم ولا یمنعون من ضرب النواقیس ولا من اخراج الصلبان فی یوم عیدهم([2])

ان کی کوئی عبادت گاہ اور گرجا نہیں گرایا جائے گا اور ان کے قلعوں میں سے کوئی ایسا قلعہ بھی نہیں گرایا جائے گا جس میں وہ اپنے دشمن کے حملے کے وقت قلعہ بند ہوتے تھے۔ انہیں ناقوس بجانے سے اور اپنی عید کے دن صلیبیں نکالنے سے منع نہیں کیا جائے گا۔

امصار المسلمین میں مذہبی رسوم کی کھلے عام ممانعت اور اس کی وجہ

اسلامی ریاست کے غیر مسلم شہریوں کی کھلے عام مذہبی رسومات کی ادائیگی کے معاملے میں علامہ سرخسی اور علامہ کاسانی کے "امصار المسلمین" اور دیگر دیہاتوں میں فرق کرنے سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ امصار المسلمین (مسلمان شہروں / اسلامی مراکز) میں مذہبی رسوم کی کھلے عام ادائیگی سے ممانعت محض نقصِ امن کے اندیشہ کے تحت تھی۔ اگر یہ چیز (مذہبی رسوم کی ادائیگی) فی نفسہ ممنوع یا مذہبی تعصب کی بنا پر ناجائز ہوتی تو دیہاتوں میں بھی اس کی اجازت نہ ہوتی۔ چنانچہ علامہ سرخسی نے اس ممانعت کا بنیادی سبب بیان کرتے لکھا:

لکیلا یؤدی الی صورۃ المعارضة([3])

تاکہ یہ چیز (مذہبی رسوم کی کھلے عام ادائیگی) مسلمانوں اور اہل ذمہ کے درمیان معارضہ (باہمی جھگڑے) کی طرف نہ لے جائے۔

گزشتہ تفصیل کے مطابق اسلامی ریاست کے غیر مسلم شہریوں کو مذہبی رسومات کی ادائیگی کی قانونی طور پر اجازت ہے لیکن یہ شرط بہر کیف ہے کہ مذہبی رسوم کی ادائیگی کچھ اس انداز سے ہو کہ ریاست کی اکثریت کے دل اور مذہبی جذبات مجروح نہ ہونے پائیں۔ اس لیے غیر مسلم شہریوں کو مکمل مذہبی آزادی کے ساتھ ساتھ چند مناسب حدود اور ضابطہ کار کا پابند کیا جاتا ہے۔ اس پابندی کا یہ مقصد ہرگز نہیں کہ اسلامی ریاست اپنے

---

[1] ابو یوسف، یعقوب بن ابراہیم، کتاب الخراج، بیروت، دار الکتب العلمیۃ، ص: ۱۴۵، ۲۰۰

[2] ابو یوسف، یعقوب بن ابراہیم، کتاب الخراج، بیروت، دار الکتب العلمیۃ، ص: ۱۴۶، ۲۰۰

[3] ابو یوسف، یعقوب بن ابراہیم، کتاب الخراج، بیروت، دار الکتب العلمیۃ، ص: ۱۴۵، ۲۰۰

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.3, 2024

غیر مسلم شہریوں کو دیوار سے لگائے رکھنا چاہتی ہے یا کمتری کے احساس میں مبتلا رکھنا چاہتی ہے بلکہ در حقیقت یہ پابندی غیر مسلموں کے مفاد میں جاتی ہے۔ کیونکہ بے تکیل آزادی کے سبب اکثریت اور حکمران جماعت سے تعلق رکھنے والا کوئی جذباتی مسلمان اشتعال اور غیر مسلمانوں پر ہاتھ اٹھا سکتا ہے یا ان کی عبادت میں خلل ڈال سکتا ہے۔

اسلامی تاریخ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اہل الذمہ پر اپنی مذہبی عبادات اور رسوم کی کھلے عام اور بر سر عام ادائیگی پر پابندی ابتدائی صدیوں میں رہی۔ بعد میں جب نقص امن اور فرقہ ورانہ فسادات کا اندیشہ نہ رہا تو اسلامی حکومتوں نے کمال رواداری، وسعت ظرفی اور برداشت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنی غیر مسلم رعایا کو کھلے عام مذہبی رسوم کی ادائیگی سے بھی نہ روکا۔

مذہبی عبادات کا تحفظ اور اسلامی نقطہ نظر:

گزشتہ تصریحات کے مطابق اسلامی ریاست کے غیر مسلم شہریوں / ذمیوں کو اسلام نے جب اپنے عقیدہ مذاہب پر قائم رہنے اور مذہبی عبادات اور سوم کی ادائیگی کے معاملے میں آزادی دی ہے تو اس آزادی کا عقلی و فطری تقاضا ہے کہ انہیں اپنی عبادت گاہیں قائم کرنے کی بھی اجازت ہونی چاہیے۔ اسلامی قانون کے اولین ماخذ "قرآن مجید" کے اندر اس حوالے سے اگرچہ کوئی صریح نص موجود نہیں تاہم سورۃ الحج کی درج ذیل آیت

وَلَوْلَا دَفْعُ اللهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَصَلَاتٌ وَمَسْجِدُ يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللهِ كَثِيرًا[1]

"اور اگر اللہ تعالی ایک دوسرے کے ذریعے لوگوں کے دفاع کا بندوبست نہ فرماتا تو یقین نصاری کے صوامع (خانقاہیں) اور گرجے اور (یہود کے) عبادت خانے اور مساجد جن میں اللہ کا ذکر کثرت سے کیا جاتا ہے، گرادی جاتیں۔"

میں اس امر کا اشارہ ضرور موجود ہے کہ اسلام میں صرف مساجد کا تحفظ ہی مقصود نہیں، غیر مسلم اقوام خصوصا یہود و نصارٰی کی عبادت گاہوں کی حفاظت بھی مطلوب ہے۔ چنانچہ ابن قیم نے اس آیت کریمہ کی تشریح میں حضرت حسن بصری کا یہ قول نقل کیا ہے کہ:

يدفع عن مصليات اهل الذمة بالمؤمنين[2]

اہل ایمان کے ذریعے اصل الذمہ کی عبادت گاہوں کی حفاظت کی جائے گی۔ اس آیت مبارکہ میں صرف مسلمانوں کی مسجدوں ہی کا ذکر نہیں فرمایا بلکہ تین اور چیزوں کا بھی ذکر فرمایا ہے۔ یعنی صوامع، بیع اور صلوات۔ صوامع سے مراد عیسائیوں کے راہب خانے، مجوسیوں کی معابد اور صابیوں کے عبادت خانے ہیں۔ بیع کے لفظ میں عیسائیوں کے گرجے اور یہود کے کنائس دونوں داخل ہیں۔ یہ جامع الفاظ استعمال کرنے کے بعد پھر صلوات کا ایک وسیع لفظ استعمال کیا جس کا اطلاق ہر موضع عبادت الٰہی پر ہوتا ہے اور ان سب کے آخر میں مساجد کا ذکر کیا ہے۔ اس سے یہ

---

1 الحج،40:22

2 ابن قیم جوزی، شمس الدین ابی عبد اللہ، احکام اھل الذمۃ، بیروت، دار الکتب العلمیۃ، ج:۲، ص:۱۱۷، ۱۹۹۵

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.3, 2024

بتانا مقصود ہے کہ اگر اللہ عادل انسانوں کے ذریعہ سے ظالم انسانوں کو دفع نہ کرتا رہتا تو اتنا فساد ہوتا کہ عبادت گاہیں تک بربادی سے نہ بچتیں جن سے ضرر کا کوئی اندیشہ نہیں ہو سکتا۔

مذہبی عبادات کے تحفظ پر یوسف القرضاوی کی رائے

دوسرے مذاہب کی عبادت گاہوں سے متعلق اسلام اور قرآن مجید کے اس نقطہ نظر کی اجمالی وضاحت کے بعد اس معاملے میں عیسائیت کے نقطہ نظر پر بھی ایک نگاہ ڈال لینا بے جا نہ ہو گا۔ کیونکہ مشہور ہے:

تعرف الأشياء باضدادها (اشیاء کی قدر و قیمت اور پہچان ان کی متضاد چیزوں سے ہوتی ہے)

چنانچہ ڈاکٹر یوسف القرضاوی نے اسلامی ریاست اور مسلمان معاشرے میں غیر مسلموں کے تمام حقوق کی تفصیل بیان کرنے کے بعد ایک مستقل فصل "مقارنات" (تقابلی جائزہ) میں دوسرے اصحاب ادیان خصوصاً عیسائیوں کے مذہبی تشدد، عدم رواداری اور دوسرے مذاہب کو برداشت نہ کرنے اور ان کے ماننے والوں پر ظلم و تشدد کے متعدد واقعات نقل کرنے کے بعد لکھا ہے:

> عیسائیوں نے دوسروں کے خلاف جن مظالم اور سفاکیوں کا ارتکاب کیا۔ اس کی سند انہیں تورات میں ملی تھی جو ان مخالفوں کے متعلق کہتی ہے: "ان کی عبادت گاہوں کو منہدم کر دو۔ ان کے ستون آگ میں جھونک دو اور تمام بتوں کو آگ لگا دو"

تورات یہ ہدایت بھی کرتی ہے کہ شہروں کو فتح کرنے کے بعد آگ لگا دینی چاہیے اور اس میں موجود ہر مرد، عورت اور بچے کو قتل کر دینا چاہیے۔([1])

تمام عبادتگاہوں کے تحفظ کا مذکورہ قرآنی عندیہ سیاق و سباق کے مطابق اہل ایمان کو کفار اور ظالموں کے خلاف جہاد کی اجازت کے ضمن میں دیا گیا ہے۔ اس حوالے سے مشہور سیرت نگار قاضی سلیمان منصور پوری فرماتے ہیں:

> آیت بالا ظاہر کرتی ہے کہ مسلمانوں کو جنگ کی اجازت اس لیے دی گئی کہ وہ جملہ مذاہب کی آزادی کو قائم کر دیں، بدامنی دور کر دیں۔ پارسیوں، عیسائیوں، یہودیوں کی عبادتگاہوں کو اور مسلمانوں کی مسجدوں کو کوئی شخص نہ گرا سکے۔ تاریخ کا ادنیٰ واقف بھی جانتا ہے کہ ایرانیوں نے بعہد پرویز ایشیاء کوچک پر قابض ہونے کے بعد عیسائیوں کے گرجاؤں کو گرا دیا تھا اور دس سال کے بعد عیسائیوں نے مکرر غلبہ کے بعد پارسیوں کی پرستش گاہوں کو فنا کر دیا تھا۔ یہودیوں کے عبادت خانے تو سب کے سب شاہان روما کے ظلم و تعصب کی وجہ سے زمین کے برابر کر دیے گئے تھے۔ حتیٰ کہ یروشلم کی زمین کو بھی جس کی عمارت ۸۰ء میں نیرو شاہ روما نے گرادی تھی۔ قسطنطین (اولین عیسائی بادشاہ) کی والدہ کے حکم سے کوڑا کرکٹ گرانے کی جگہ بنایا گیا تھا۔ مسلمانوں کی مساجد تو بالکل ہی غیر محفوظ تھیں کیونکہ پارسی و ترسائی و نصرانی مسلمانوں کے خلاف بالاتفاق عداوت پر ڈٹے ہوئے تھے۔

---

[1] غیر المسلمین فی المجتمع الاسلامی، ص:85

اللہ تعالی نے مسلمانوں کو اٹھایا اور انہی کے دوش پر معابد عالم کی حفاظت کا بار رکھا اور انہوں نے اس بار کو خوش گوار فرض کے طور پر اٹھایا[1]

مذہبی عبادات کے تحفظ پر گستاؤلیبان کا نظریہ

عبادت گاہوں کے حوالے سے یہاں عیسائیت کے طرز عمل پر بھی ایک نگاہ ڈالتے جایئے۔ گستاؤلی بان نے مصر پر عربوں کی حکومت سے پہلے کی صورتحال کی تفصیل بیان کرتے ہوئے لکھاہے:

جب مذہب عیسوی قسطنطنیہ کا دولتی مذہب ہو گیا تو اس وقت شہنشاہ تھیوڈوسیس نے 389ء میں مصر کی کل عبادت گاہوں اور دیوتاؤں کی مورتیوں کو توڑ ڈالا اور قدیم عبادت کی کل نشانیوں کو مٹا دیا ان عمارتوں کو جو اس قدر مستحکم تھی کہ ان کا با آسانی منہدم کرنا ممکن نہ تھا کتبے اور مورتیں کھود کر نکال لی گئیں۔[2]

زیر نظر آیت میں مختلف مذاہب کی عبادت گاہوں کے ذکر میں یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ ان میں مساجد کا ذکر سب سے آخر میں ہے۔ جس سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتاہے کہ اسلام میں معابد کے دفاع و تحفظ کی کتنی اہمیت ہے۔ غیر مسلم معابد کے تحفظ اور احترام کے ضمن میں یہاں اس تاریخی یادگار اور بے مثال واقعہ کا اندراج بھی بے جانہ ہو گا کہ امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ جب ایلیا (فلسطین) کے یہود سے صلح کے لئے تشریف لے گئے تو انہوں نے ان کے ہیکل یعنی عبادت گاہ کو دیکھا کہ اس کے ہر طرف گرد اٹی ہوئی ہے۔ آپ نے کمال وسعت ظرفی اور مذہبی رواداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے رومال سے گرد جھاڑنا شروع کر دی۔ یہ دیکھ کر تمام مسلمان بھی ہیکل کی دیواروں سے گرد جھاڑنا شروع ہوگئے اور آن کی آن میں گرد صاف ہو گئی۔ اس دوران نماز کا وقت ہو گیا تو آپ نے "صفر دینوس" نامی بطریرک کی اجازت کے باوجود کلیسہ القیامۃ سے باہر نکل کر نماز پڑھی لوگوں نے پوچھا کیا ہیکل میں نماز جائز نہ تھی؟ فرمایا:

خشیت ان اصلی فیھا فیزیلھا المسلمون من بعدی ویتخذونھا مسجدا۔[3]

میں اس بات سے ڈر گیا کہ اگر میں اس ہیکل میں نماز پڑھوں تو میرے بعد مسلمان اسے گرادیں گے اور اس مسجد بنالیں گے۔

مذہبی عبادات کی تعمیر کے امور

قرآن مجید کے بعد اسلامی ریاست کے غیر مسلم / اھل الذمۃ کے ساتھ نبی اکرم ﷺ اور پھر خلفاء راشدینؓ نے جو طرز عمل اختیار فرمایا اور جس طرح ان کے معاملات طے کیے ان کو مد نظر رکھتے ہوئے یا ان سے استنباط کرتے ہوئے فقہاء اسلام نے زیر بحث (غیر مسلم معابد کی تعمیر کے) معاملے میں اسلامی آبادی کو تین قسموں میں تقسیم کیا ہے۔ اور ہر قسم کا الگ حکم بتایا ہے۔ فقہاء (ابن قیم، ابن عابدین، ابن قدامہ،

---

[1] منصور پوری، قاضی سلیمان، رحمۃ للعالمین، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، ج:۳، ص:۴۳۴

[2] بلگرامی، سید علی، تمدن عرب، لاہور، مقبول اکیڈمی، ص:۲۳۴

[3] ابن کثیر، عماد الدین، البدایہ والنھایہ، بیروت، المقریزیۃ، ج:۲، ص:۴۹۲، ۲۰۰۰

سرخسی،ابن سحنون وغیرہ) کی ان تصریحات کا خلاصہ بیان کرتے ہوئے ڈاکٹر عبدالکریم زیدان لکھتے ہیں:فقہاء نے کہا ہے کہ امصار المسلمین(مسلمان آبادیاں یا مسلمان شہروں) کی تین اقسام ہیں۔

پہلی:

وہ شہر جنہیں مسلمانوں نے آباد کیا اور بسایا ہے مثلاً کوفہ ،بصرہ اور بغداد تو ایسے شہروں میں کسی یہودی عبادت خانہ (بیعہ) اور گرجا کی تعمیر جائز نہیں۔البتہ زیدیہ کا خیال ہے کہ اگر امام کسی مصلحت کے تحت انہیں اجازت دے دے تو پھر ان کا معابد بنانا جائز ہے۔

دوسری:

وہ شہر یا علاقے جنہیں مسلمان بزور قوت فتح کریں ان میں بھی غیر مسلموں کے لیے کلیسوں اور گرجوں کی تعمیر جائز نہیں جبکہ ابن القاسم مالکی(عبدالرحمن ابن القاسم) کے نزدیک اگر حکومت انہیں ایسا کرنے کی اجازت دے دے تو پھر ان کیلیے جائز ہے۔

تیسری:

وہ علاقے جو صلح کے ساتھ اسلامی ریاست کے زیر نگیں آئے ہوں تو اس میں تفصیل یہ ہے کہ اگر صلح اس شرط پر ہوئی ہوں کہ وہ (غیر مسلم) اپنی زمینوں کے بدستور مالک رہیں گے اور اسلامی حکومت کو خراج دیا کریں گے تو ان کے لیے کلیسوں اور گرجوں کی تعمیر جائز ہے اور اگر اس شرط پر ہوئی ہو کہ زمین بھی اسلامی حکومت کی ملکیت ہوئی اور وہ جزیہ بھی دیں گے تو معابد کے معاملے میں وہی حکم ہو گا جس پر ان کی صلح ہوئی ہو گی۔([1])

جبکہ "الموسوعۃ الفقہیۃ"(الکویت) میں دوسری قسم کے علاقوں(جو بزور شمشیر فتح ہوئے ہوں) میں پہلے سے موجود غیر مسلم معابد کے بارے میں تمام فقہی مسالک کی امہات الکتب کے حوالے سے یہ تفصیل بھی درج ہے کہ:

> اور جو معابد فتح سے پہلے کہ موجود ہوں تو کیا ان کا گرا دینا واجب ہے؟ تو اس معاملے میں مالکیہ کا کہنا ہے اور یہ حنابلہ کا بھی ایک قول ہے کہ ان کا گرانا واجب نہیں۔کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے بہت سے علاقے بزور شمشیر فتح کیے تھے مگر ان میں پہلے سے موجود گرجوں کو نہیں گرایا تھا۔اور ان بزور قوت مفتوحہ علاقوں میں گرجوں اور کلیسوں کا وجود اس دعوی کی صحت کی دلیل ہے۔علاوہ ازیں حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ان علاقوں کے عمال(گورنروں) کو یہ لکھا تھا کہ کوئی گرجا گرایا جائے نہ کلیسانہ آگ پوجا کا گھر۔جبکہ شافعی کے نزدیک صحیح ترین قول یہ ہے اور یہ حنابلہ کا بھی ایک قول ہے کہ ان کا گرا دینا واجب ہے۔ان علاقوں میں جو بھی گرجا گھر موجود ہو گا اس کو برقرار نہیں رہنے دیا جائے گا کیونکہ یہ علاقے مسلمانوں کی ملک ہیں اور مسلمانوں کے مملوکہ علاقوں میں کسی گرجا کا وجود جائز نہیں۔جیسا کہ ان شہروں میں جائز نہیں

---

[1] الموسوعۃ الفقہیہ الکویت، الکویت،وزارۃ الاوقاف للشاؤن الاسلامیہ ،ج:۷،ص:۱۲۹، ۱۹۸۵

جنہیں مسلمانوں نے خود آباد کیا ہو اور حنفیہ کا نقطہ نظر بھی یہی ہے کہ انہیں گرایا نہیں جائے گا البتہ وہ معابد رہائش گاہوں کے طور پر ذمیوں کے قبضے میں رہیں گے مگر ان میں عبادت ان کے لئے ممنوع ہو گی۔([1])

زیر بحث مسئلہ کی مزید توضیح و تشریح کے لیے فقہاء کی چند اور تصریحات کا مطالعہ بھی بے سود نہ ہو گا۔

چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس سے یہ سوال کیا گیا کہ کیا عجمیوں / اھل الذمۃ کو یہ حق ہے کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ مخصوص یا مسلمانوں کے تعمیر کردہ شہروں میں اپنی عبادتگاہیں تعمیر کرلیں تو اس کے جواب میں آپ نے فرمایا:

اما مصر مصرته العرب([2])فليس لهم اى يحدثوا فيه بناء بيعة ولا كنيسه ولا يضرب فيه بناقوس ولا يظهروفيه خمرا ولا يتخذوا فيه خنزيرا وكل مصر كانت العجم مصرته ففتحه الله على العرب فنزلوا على حكمهم فللعجم ما فى عهدهم وعلى العرب ان يوفوا لهم بذلك([3])

ایسا شہر جسے عربوں (مسلمانوں) نے بسایا ہے تو ان اہل ذمہ کو یہ حق نہیں کہ وہ اس میں کوئی عبادت خانہ تعمیر کریں اور نہ انہیں گرجا بنانے کا حق ہے اسی طرح اس میں ناقوس نہیں بجاسکتے۔ اعلانیہ شراب پی سکتے ہیں نہ خنزیر رکھ سکتے ہیں۔ اس کے برعکس ہر وہ شہر جسے عجم (اھل الذمۃ) نے آباد کیا ہو پھر اللہ نے اسے عرب مسلمانوں کے ہاتھ پر فتح کر دیا ہو اور وہ اھل الذمۃ ان مسلمانوں کی اطاعت قبول کرلیں تو عجم / اھل الذمۃ کو وہ تمام حقوق حاصل ہوں گے جو ان کے معاہدے طے پا جائیں اور مسلمانوں کے لیے لازم ہو گا کہ وہ اس عہد کو پورا کریں۔

مذہبی عبادات کی تعمیر پر آئمہ کی آراء

جبکہ علامہ کاسانی نے زیر بحث مسئلہ کی تفصیل بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

واما الكنائس والبيع القديمه فلا يتعرض لها ولا يهتم شىء منها واما احداث كنيسه اخرى فيمنعون عنه فيما صار مصر من امصار المسلمين لقوله عليه السلام لا كنيسه فى الاسلام الا فى دار الاسلام ولا انهدمت كنيسه فلهم ان يبنوها كما كانت لان لهذا البناء حكم البقاء ولهم ان يستبقوها فلهم ان يبنوها وليس لهم ان يحولوها من موضع الى موضع اخر لان التحويل من موضع الى موضع آخر فى حكم احداث كنيسه اخرى واما فى القرى او فى موضع ليس من انصار المسلمين فلا يمنعون من احداث الكنائس والبيع كما لا يمنعون من اظهار بيع الخمور والخنازير لما بينا۔([4])

---

[1] الموسوعۃ الفقہیہ الکویت، الکویت، وزارۃ الاوقاف للشاؤن الاسلامیہ، ج:۷، ص:۱۳۲، ۱۹۸۵

[2] ابو یوسف، یعقوب بن ابراہیم، اکتاب الاموال، بیروت، دار الکتب العلمیۃ، ص:۱۱۴، ۱۹۹۹

[3] بیہقی، ابو بکر بن حسین،، السنن الکبریٰ، بیروت۔ لبنان، دار الفکر، ج:۱۴، ص:۴۲، ۲۰۰۳

[4] کاسانی، ابو بکر بن مسعود، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، بیروت، دالکتب العلمیہ، ج:۷، ص:۱۱۴، ۲۰۰۳

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.3, 2024

مام ابو عبید کے مطابق یہ جملہ "مصر مصرته العرب"(ایسا شہر جسے عرب آباد کریں) کئی پہلو رکھتا ہے اس میں وہ علاقے آجاتے ہیں جہاں کے باشندے اسلام کو قبول کرلیں مثلاً مدینہ منورہ طائف یا یمن نیز اس میں وہ شہر بھی آجاتے ہیں جن کا پہلے موجود نہ تھا بلکہ مسلمانوں نے وہاں کی زمینوں کو تقسیم کرکے وہاں اقامت اختیار کی مثلا کوفہ ،بصرہ اور اسی زمین میں سرحدی علاقے بھی آجاتے ہیں جو مسلمانوں کی فوج بذریعہ قوت حاصل کرلے اور فتح کے بعد ان علاقوں کو اصل باشندوں کے حوالے کرنا مناسب خیال نہ کرے اور فاتحین میں اس علاقہ کو تقسیم کردے جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل خیبر کے ساتھ معاملہ کیا تھا۔

باقی رہا معاملہ ان کے قدیم گرجوں اور معابد کا تو ان سے تعرض نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی ان میں سے کسی کو منہدم کیا جائے گا۔البتہ اس شہر میں جو مسلمانوں کے شہروں میں سے ایکشہر بن چکا ہو۔ نیا کلیسا بنانے سے منع کیا جائے گا کہ نبی کریم کا ارشاد ہے: اسلام میں کوئی کنیسہ نہیں سوائے داراسلام میں کنیسہ کے۔ اگر ان کا کوئی کنیسہ (گرجا) منہدم ہوجائے تو انہیں حق ہوگا کہ وہ اسے ویسے ہی دوبارہ تعمیر کرلیں جیسا کہ وہ پہلے تھا۔ کہ اس عمارت کے لیے بقاء کا حکم ہے۔تو انہیں حق ہے کہ اسے باقی رکھیں۔ لہذا انہیں اسے دوبارہ تعمیر کرنے کا حق ہے لیکن انہیں اس کی جگہ تبدیل کرنے کا حق نہیں ہے کیونکہ اس کی جگہ تبدیل کرکے دوسری جگہ تعمیر کرنا ایک نیا کنیسہ تعمیر کرنے کے حکم میں آتا ہے(جب کہ انہیں نیا کنیسہ مسلمانوں کے شہر میں تعمیر کرنے کی اجازت نہیں)باقی رہی بات،جو مسلمانوں کے شہروں میں سے نہیں ہیں تو وہاں انہیں نئے کنیسے اور معابد تعمیر کرنے سے نہیں روکا جائے گا جیسے ان مقامات پر بدلیل مذکور شراب اور سور کے اعلانیہ خرید و فروخت سے نہیں روکا جاتا۔

مذہبی عبادات کی تعمیر کا عدم جواز

فقہاء کے اقوال اور فتاوی سے مترشح ہوتا ہے کہ امصار المسلمین میں اہل الذمہ کو اپنی عبادت گاہوں اور نئے گرجوں کی تعمیر سے ممانعت اس لیے نہیں کہ ان کی تعمیر فی نفسہ ناجائز ہے۔ اگر ان کی تعمیر فی نفسہ شرعاً ناجائز ہو تو اسے ہر جگہ ناجائز ہونا چاہیے۔ یہ بات اصول شریعت کے خلاف ہے کہ ایک چیز شہروں میں ناجائز ہو مگر دیہاتوں میں جائز ہو۔اس سے قیاس کیا جاسکتا ہے کہ امصار المسلمین میں اہلالذمۃ کی نئی عبادت گاہوں کی تعمیر اور مذہبی رسوم کی ادائیگی سے ممانعت محض مذہبی فساد سے بچنے اور نقص امن کے اندیشہ کے ماتحت ہے اور جس شہر میں کسی قسم کے فساد کا اندیشہ نہ ہو وہاں نئے گرجا کی تعمیر اور مذہبی رسوم کی ادائیگی ممنوع نہ ہو گی۔

اسلامی ریاست اور مسلمان شہروں میں نے گرجوں کی تعمیر کے حوالے سے علامہ شبلی نعمانی نے لکھا ہے:

> یورپین مصنفوں کی طرف سے بڑا اعتراض یہ پیش کیا جاتا ہے کہ مسلمانوں کے عہد میں نئے گرجاؤں یا بت خانوں کے بننے کی اجازت نہ تھی، لیکن یہ ان کی سرسری معلومات کا نتیجہ ہے۔ یہ بحث خود صحابہ کے زمانہ میں پیش آچکی تھی اور اس کا فیصلہ کر دیا گیا تھا۔ حضرت عبد اللہ بن عباس سے یہ مسئلہ پوچھا گیا تھا تو انہوں نے جواب دیا کہ جو شہر مسلمانوں کے خاص آباد کردہ ہیں وہاں غیر مذہب والوں کو یہ حق حاصل نہیں کہ گرجا اور بت خانہ بنائیں، باقی جو قدیم شہر ہیں وہاں ذمیوں سے جو معاہدہ ہے۔ مسلمانوں کو اس کا پورا کرنا ضرور ہو گا۔([1])

[1] ابو یوسف، یعقوب بن ابراہیم، کتاب الخراج، بیروت، دار الکتب العلمیۃ، ص:۱۴۹، ۲۰۰

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.3, 2024

حضرت عبد اللہ بن عباس کا یہ فتوی بھی اس لحاظ سے تھا کہ اس وقت تک مسلمان اور دوسری قومیں اچھی طرح ملے جلے نہیں تھے لیکن جب یہ حالت نہیں رہی تو وہ فیصلہ بھی نہیں رہا۔ چنانچہ خالص اسلامی شہروں میں اس کثرت سے گرجے، بت خانے، آتشکدے بنے کہ ان کا شمار نہیں ہو سکتا، بغداد خاص مسلمانوں کا آباد کیا ہوا شہر ہے، وہاں کے گرجوں کے نام معجم البلدان میں کثرت سے ملتے ہیں۔ قاہرہ میں جو گرجے بنے وہ مسلمانوں ہی کے عہد میں بنے۔ یوٹکنیس نے، جو ۳۲۳ھ میں اسکندریہ کا لارڈ بشپ تھا، اپنی کتاب میں جو عربی زبان میں ہے، اور جس کو پروفیسر پوکاک نے لاٹین ترجمہ کے ساتھ چھاپا ہے، اس قسم کے بہت سے گرجوں کے نام اور ان کے حالات لکھے ہیں۔[1]

زیر بحث مسئلہ کی تفصیل بیان کرتے ہوئے علامہ شبلی نعمانی نے مزید لکھا ہے:

> مسلمانوں نے صرف یہی نہیں کیا کہ پرانے معبد قائم رکھے یا نئے معبدوں کی تعمیر کی اجازت دی۔ بلکہ انہوں نے نہایت انصاف سے معبدوں کے متعلق تمام عہدے اور تمام وہ جائیدادیں بحال رہنے دیں جو ان معبدوں پر وقف تھیں۔ یہاں تک کہ پجاریوں اور مجاوروں کے جو روزینے پہلے سے مقرر تھے وہ بھی اپنے خزانے سے جاری رکھے۔ حضرت عمرو بن العاصؓ نے حضرت عمرؓ کے عہد میں جب مصر فتح کیا تو جس قدر اراضیات گرجاؤں پر وقف تھیں اسی طرح بحال رہنے دیں۔[2]

گرجاگھر کی تعمیر کے بارے اسلام میں علماء کے مذہبی جذبات واحساسات کا کس قدر خیال رکھا گیا ہے اس کا اندازہ فقہ کے اس مسئلہ سے لگایا جاسکتا ہے کہ اگر کوئی عیسائی ایک گرجا بنانے کی وصیت کر جائے تو اسلامی عدالت اس وصیت کو جائز تسلیم کرے گی۔ چنانچہ صاحب ہدایہ نے "باب وصیۃ الذمی" میں امام ابو حنیفہؒ کا یہ مذہب نقل کر کے ان کی طرف سے یہ دلیل پیش کی ہے کہ:

> نحن امرنا بان نترکھم وما یدینون[3]
>
> ہمیں اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ ہم اہل الذمہ کو ان کے دین پر چھوڑ دیں۔

غیر مسلم معاہدات اور مذہبی تحفظ کے امور

غیر مسلم اھل الذمہ کی عبادتگاہوں کے تحفظ کے معاملے میں اسلامی تعلیمات کا خلاصہ درج ہو چکا ہے تاریخ گواہ ہے کہ مسلمان حکمرانوں میں جب کبھی کسی متعصب فرمانروا نے اس کے خلاف کیا یا کرنا چاہا تو علماء وفقہاء اسلام نے ہمیشہ اس کی مخالفت کی اور بغیر کسی خوف وطمع کے اس معاملے میں اسلامی تعلیمات کی نشاندہی کی مثلاً

خلیفہ ہادی کے زمانے میں 169ھ میں جب علی بن سلیمان مصر کا گورنر مقرر ہوا تو حضرت مریم کے گرجا اور چند گرجوں کو منہدم کرا دیا، ہادی نے ایک سال کی خلافت کے بعد وفات پائی اور ہارون ہارون الرشید تخت نشین ہوا، اس نے علی کو معزول کر کے 171ء میں موسیٰ بن عیسیٰ کو مصر

---

[1] شبلی، نعمانی، مقالات شبلی، دہلی، دارالمصنفین، ج:۲، ص:۲۰۶، ۲۰۰۲

[2] شبلی، نعمانی، مقالات شبلی، دہلی، دارالمصنفین، ج:۲، ص:۲۰۷، ۲۰۰۲

[3] مرغینانی، برہان الدین، ہدایہ، کتاب الوصایا باب وصیۃ الذمی، کراچی، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، ج:۸، ص:۳۱۴، ۲۰۰۱

کا گورنر مقرر کیا گیا۔ موسی نے گرجوں کے معاملہ میں علماء سے استفسار کیا۔ اس وقت مصر کے تمام علماء کے پیشوا لیث بن سعد تھے، جو بہت بڑے محدث اور نہایت مقدس اور بزرگ تھے۔ انہوں نے اعلانیہ فتوی دیا منہدم شدہ گرجے نئے سرے سے تعمیر کیے جائیں اور دلیل یہ پیش کی کہ مصر میں جس قدر گرجے ہیں خود صحابہؓ اور تابعینؒ کے زمانے میں تعمیر ہوئے تھے۔ چنانچہ تمام گرجے سرکاری خزانے سے تعمیر کرا دیے گئے۔(1)

سیرۃ النعمان میں ذمیوں کے حقوق کے معاملے میں فقہ حنفی کی فیاضی کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے زیر بحث اشکال کے بارے میں علامہ شبلی نعمانی لکھتے ہیں:

> البتہ امام ابو حنیفہ نے یہ حکم دیا ہے کہ اہل ذمہ اسلامی شہروں میں اپنی عبادت گاہیں نہ بنائیں لیکن ان کا مقصد صرف اس قدر تھا کہ امن و امان میں خلل نہ ہو اور مسلمان رعایا جو اکثر عرب نسل سے تھی اور ناقوس کی صداؤں سے ان کے کان آشنا نہ تھے، فساد پر آمادہ نہ ہوں۔ اس حکم نے ذمیوں کے حق میں چنداں دقت بھی پیدا نہیں کی۔ مسلمانوں نے جو شہر آباد کیے تھے وہ دو چار سے زیادہ نہ تھے۔ باقی تمام ملک انہی شہروں سے معمور تھا جو غیر قوموں کے آباد کیے ہوئے تھے اور جہاں ذمیوں کو عموماً عبادت گاہوں کے بنانے کی اجازت تھی۔ اسلامی شہروں میں بھی یہ قید اس وقت تک قائم جب تک فتنہ کا احتمال رہا۔ جب یہ خوف جاتا رہا تو ذمیوں کو عام اجازت مل گئی۔ چنانچہ بغداد میں، جو خاص اسلامی شہر تھا سینکڑوں ، یزاروں چرچ اور گرجے تعمیر ہوئے۔(2)

جزیرۃ العرب اور مذہبی عبادات

یہ بحث تفصیل اور مکمل حوالہ جات کے ساتھ درج ہو چکی ہے کہ اسلامی ریاست میں غیر مسلم اہل الذمہ کو ہر جگہ، ہر شہر، ہر قریہ اور ہر بستی میں رہائش و سکونت رکھنے کی اجازت ہے مگر وہ جزیرۃ العرب اور حجاز کے مخصوص علاقے اور حدود و اربعہ میں مستقل رہائش نہیں رکھ سکتے۔ اس حکم کی بنیادی وجہ کی بھی وضاحت ہو چکی ہے۔ غیر مسلم شہریوں کو جب جزیرۃ العرب میں مستقل رہنے کی اجازت نہیں تو انہیں معابد تعمیر کرنے کی اجازت کہاں سے ہو گی۔ اس لیے علامہ سرخسی فرماتے ہیں:

> "جزیرۃ العرب کے کسی شہر یا دیہات میں کوئی گرجا، یہودی عبادت گاہ یا آگ پوجا کی جگہ باقی نہیں رہنے دی جائے گی۔ اسی طرح کسی حال میں بھی شراب اور خنزیر کی خرید و فروخت بھی جائز نہ ہو گی کیونکہ ان سب چیزوں کی بنیاد اہل ذمہ کے مستقل سکونت ہے اور انہیں جزیرۃ العرب میں مستقل سکونت کی اجازت نہیں اس لئے کہ یہ رسول اللہ کی تعظیم و تکریم کا بنیادی تقاضا ہے کیونکہ وہاں جناب کی ولادت اور آپ کی پرورش کی جگہ ہے اور اس چیز کی طرف رسول اللہ نے یوں اشارہ فرمایا ہے کہ "ارض عرب میں دو دین جمع نہیں ہو سکتے"۔(3)

---

[1] تغری، یوسف بن، الموسسۃ المصریۃ، بیروت، دار ابن کثیر، ج:۲، ص:۶۶، ۲۰۱۶

[2] نعمان، شبلی، سیرۃ النعمان، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ج:۲، ص:۲۱۵، ۲۰۱۲

[3] سرخسی، محمد بن احمد، شرح سیر الکبیر، بیروت، دالکتب العلمیہ، ج:۳، ص:۲۵۷، ۱۹۹۹

خلاصۃ البحث

سیرت مقدسہ ہو تاریخ اسلام کے اہل اللہ نے انسان دوستی کا ہمیشہ ثبوت دیا ہے۔ غیر مسلموں کو جس قدر حقوق اور ان کی عبادت گاہوں کا تحفظ اسلام نے دیا ہے اتنا کسی اور مذہب نے نہیں دیا۔ اور یہاس حقیقت کا ثبوت ہے کہ اسلام کے سچے ماننے والے نہ صرف خود ہر مذہب کے ماننے والوں سے پر خلوص محبت کرتے تھے بلکہ ان کی محبت غیر مسلموں کو بھی محبت کی سنہری زنجیر میں باندھ لیتی تھی۔ موجودہ دور میں جب پورے عالم میں بدامنی کے حالات، پریشانیاں اور آپس کی دوریوں کے دکھ عام ہیں وہاں آج اس بات کی ضرورت ہے اور پہلے سے کہیں زیادہ ہے کہ اسلام کی سچی تعلیمات کو سمجھتے ہوئے انسانیت کے رشتے کو نئے سرے سے خلوص کی بنیادوں، محبت کی اینٹوں اور اخلاق کے سیمنٹ سے تعمیر کیا جائے اور دنیا کو یہ پیغام دیا جائے کہ اسلام امن، بھائی چارگی اور محبت کا مذہب ہے مشرق ہو یا مغرب، شمال ہو یا جنوب، غریب ہو یا مالدار، ان پڑھ ہو یا پڑھا لکھا، اعلیٰ عہدیدار ہو یا غریب مزدور سب ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔ تاجدار کائنات ﷺ کی سیرت طیبہ میں ہمیں اقلیتوں کی عبادت گاہوں کے تحفظ کی مثالیں ملتی ہیں، جس پر ہمیں بین الاقوامہ سطح پر امت مسلمہ کو اس فکر کا پرچار کرنا چاہیئے تاکہ تعلیمات اسلام کا بول بالا ہو سکے ۔ قرآن و حدیث اور آئمہ فقہاء کیان آرا سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ غیر مسلم عبادت کا تحفظ اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے۔ جو بھیمذہب اپنے تعلیمات کے مطابق اپنی عبادت گاہوں میں عبادت کرسکتے ہیں۔اور ان کے معابد کے تحفظ کی مکمل ذمہ داری اسلامی ریاست پر لازم ہے۔ اور اسی فکر نبوی ﷺ کا کو اغیر میں عام کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ تاکہ غیر مسلم اسسے واقف ہوسکے کہ اسلامکس قدر امن وسلامتی کا دین ہے۔